کچھ ہوتی آدمیت اگر ہوتے آدمی
یہ خوبرو تو حور ہوئے یا پری ہوئے

سر تو ہے تن پہ مرے تیغ ستم کے واسطے
پر لگا رکھتے ہیں وہ جھوٹی قسم کے واسطے

کیا تاب دل جلوں کی ہے جو برق لاگ رکھے
دوزخ بھی ہو تو انکی پہلو میں آگ لگ کے

ہوس ہیں کعبہ کی ہوں نہ شیخ تنہا سی گرہ کہ
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں الله ہی الله

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سو پھیر تو کہے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجیے
وہ بھی مثل ہے پہول نہیں ٹھہری سی ہی

تم دو گھڑی کو آ کے تو دیں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یاں دو گھڑی رہی

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

عزیزو ناقہ لیلا کے دیکھو گئے نشتر غم سے
اگر مجنون کو ملجائیگی خدمت ساربانی کی

ذکر کچھ چاک جگر سینہ کا سن سن اپنے
کرتے ہیں ضبط ہنسی یکدون ہون ناخن اپنے

آج تنہا نقتانی سے ہیں گھر میں پھرتے
کل کے جو وصل کے عالم میں نظر میں پھرتے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

مری طاعت سے ابتو معصیت بھی عار کرتی ہے
مری توبہ پہ توبہ استغفار کرتی ہے

اگر اوٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب جی لگا بیٹھے

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی
کالا کرے گا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی
آپکی یوں ہی خوشی ہے مہربان یوں ہی سہی

ہم تو کے دلکو جذب لیے کھینچے جائیں گے
پر بڑے بیٹھے ہیں ہم مشکل سے کھینچے جائینگے

جا سے ہے زیر مغیلان ترے دیوانوں کی
مدتوں جہاں بیٹھے خاک بیابانوں کی

قسمت برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر
سو بھی آکر تا سر مژگان حیا سے پھر گئی

ستمگر تو نے روکا سکو میرے پاس آنے سے
اجل بھی گر کبھی آئے تو شاید کچھ بہانے سے

جو پوچھے زاہد خشک ابھی دارو میں کہ ان کو مے پی
اگر پرہیز کی پوچھے کہوں نا پرہیزگاری سے

رای مهمله

راحت مرزا محمود بیگ پور احمد بیگ رومی الاصل دہلوی مسکن از تلامذہ مومن خان سپاہگری وسیلۂ معاش او بود عاقبت گوشۂ انزوا پذیرفت ه

صبر و قرار و تاب و توان رفتہ رفتہ سب
آجائینگے کہین سے دل رفتہ گر ملا

غیروں نے جو اشارے محفل مین ہین تمہاری
سمجھین وہ یا نہ سمجھین پر ہم غلام سمجھا

اجل پہلے آوے کہ وہ پہلے آوین
یہی راہ مدت سے ہم دیکھتے ہین

یہ چاہتا ہون کہ رازِ نہان نہ افشا ہو
ترے دہن سے زیادہ مرا دہن ہو جائے

راغب شیخ غلام علی از شاگردان مرزا فدوی و میر تقی در سنہ ۱۲۳۱ درگذشت از تالیفات اوست مثنوی راز و نیاز بندہ دیدہ ام خوش گفتہ است و حسن و عشق و سبیل نجات و اورا دیوانیست ه

حیا کے پردہ مین مارا ہی ایک عالم کو
شہید مین تو ہون ان شرمگین نگاہون کا

گذرے جو وہ خیال مین تو نازکی سے ہاے
یہ رنگ ہو کہ پھول ہو جیسے ملا ہوا

ملین حضرتِ راسخ ہمکو اگر تو یہ پوچھین اونکی جناب مین ہم
کہو قبلہ و کعبہ وہ کیسا تھا گل تمہین کا کٹا سا جسکی ہوا نے کیا

راغب احمد حسین برادر زادہ حافظ محمد بخش عرف حافظ منو ه

یارب اسے تو چین دے مجھکو نہ دے تنگ
جبتک ہے میرے حال پہ دل غمگسار کا

مین نے کہا سر کٹنے مین کیا کیا نہ ملے لطف
کہنے لگے لے آؤ اگر ہے کوئی سر اور

راقم بندرابن نام از سکنائے متھرا یا جہان آباد و از شاگردان میرزا مظہر رح و سودا است ه

کہے کیا درد دل بلبل گلون سے
اوڑا دیتے ہین اوسکی بات ہنسکر

یان تک قبول خاطر کیجیے تری جفا کو
تا سب کہین کہ راقم رحمت تری وفا کو

رحمت رحمت علی از خویشان وشاگردان حضرت صہبائی در پارسی و ریختہ فکر میکرد از تالیفات اوست نالۂ بلبل وانشار حدیقۂ رحمت و مثنوی شکایت فلک ؎

طعنے ابتک ہین کہ رخ کی مہر کیا قدر تمہین
مین نے اک روز کہین کھائی تھی قرآن کی قسم

رشک میر علی اوسط لکھنوی از تلامذہ شیخ ناسخ دیوانے دارد ؎

وہ رند ہون کہ کرون قرض کرکے میخواری
جو روز جمعہ ہو ذیحجہ کی نوین تاریخ

رشکی نواب محمد علیخان خلف الرشید نواب مصطفےٰ خان شیفتہ دہلوی از خوشہ چینان خرمن فیض مرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب است در ہر دو زبان ریختہ و پارسی سخن دلکش میگزارد خیلے خوش گفتہ است ؎

مانگی جو اوسنے جان تو غیر ون پہ آ بنی
حالانکہ اک ہنسی تھی فقط امتحان تھا

کیا کیا بنا کے ہم نے سنایا رقیب کو
مضمون تیرے نامۂ الفت طراز کا

قیس کی دہوم مچ رہی ہے مگر
عشق اوس سے سوا نہین ہوتا

ہے دگرگون ابتداے عشق مین رشکی کا حال
رحم آتا ہے مجھے اوسکی جوانی دیکھکر

رات کو بات نکی اوسنے سحر تک ہم سے
اور جو کچھ کہ ہوا قابل اظہار نہین

یہ منصب بلند ملا جسکو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہان

وہ وہ کیے ہین جرم کہ کم ہونگے اور سے
کیا کیا امیدواری تعذیر کر چکے

رفعت مرزا پیارے دہلوی از دودمان امیر تیمور گورگانی ست و شاگرد عبد الرحمان خان احسان و مولوی صہبائی ؎

ہم خوش تھے کہ محشر مین تو دیکھینگے وہ دیدار
لیکن یہ قیامت ہے کہ محشر نہین ہوتا

کچھ آنکھ کا گیا نہ گیا کچھ خیال کا
مارا گیا دل اور یہی بے قصور تھا

ہین ایک وہ بھی کہ تم سے ہوا دنکو از دنیا — اور ایک ہم ہین کہ منہہ تکتے ہین زمانہ کا

ہائے پانی بھی چوانے کو نہ آیا دم نزع — کوئی چیز گر یہ حسرت ترے بیمار کے پاس

پونچھے اشک اوس نے گمان خیر مین — مرگئے ہم اتنے ہی احسان مین

رمز مرزا فتح الملک بہادر ولیعہد ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ و از تلامذہ ذوق دہلوی ست ه

آنکھین تو اوسکو دیکھ کے موتی ہین تر ہوا — بن دیکھے دل تڑپنے لگا اسکو کیا ہوا

کیا قتل ظالم نے کس کس ادا سے — ملا مجھکو قسمت سے جلاد اچھا

تم رہو اور مجمع اغیار — میرا کیا ہے ہوا ہوا نہوا

رنج میر محمد نصیر محمدی خلف میر کلو نبیرہ و سجادہ نشین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ در موسیقی دستگاہے داشت و ریاضی نیکو میدانست و شعر نیک می شناخت مومن خان کہ با وے نسبت خویشی و دامادی داشت در تاریخ وفات او ح قطعہ گفتہ ه

شیخ زمان شد ز دہر و زپی سال وفات — فکر بلندم رہ جنت ما وا گرفت

گفت بہ مومن ملک خواجہ محمد نصیر — در قدم ناصر و درد نکو جا گرفت

این بیت ازوست ه

دل ہے جسکے لئے پہلو مین تپان رہتا ہے — یون سنا ہے کہ اوسے بھی خفقان رہتا ہے

رند سید محمد خان خلف نواب سراج الدولہ غیاث الدین محمد خان نیشاپوری از باشندگان فیض آباد در لکھنو طرح اقامت افگند از شاگردان خواجہ آتش بود دو دیوان دارد ه

رخ کو پوشیدہ عبث ماہ لقا کرتے ہین — اچھی صورت کو چھپاتے ہین برا کرتے ہین

دل نہین دیتا مین اسواسطے آزردہ ہو — روٹھے جاتے ہو اسی بات پر آو آو

نگہ پاس سے دیکھوں تو یہ کہتا ہی وہ شوخ | پھر بری آنکھ سے اسنے تجھے دیکھا دیکھو

رنگین سعادت یارخان دہلوی تورانی الاصل پور طہماسپ بیگ خان ریختی ایجاد اوست سیاحتہا کردہ و مرحلہ ہا پیمودہ بود کلام خویش فراہم آوردہ نورتن نام کردہ در جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۱ھ ہشتاد سالہ درگذشت در گلشن بیخار می آرد از غرائب امور آنکہ میگفت درین سال رخت بعدم آباد میکشم چون سبب پرسیدند گفت سالہاست کہ بیخواست مصرع تاریخ فوت خود برزبان آمدہ کہ درین سال ازان جہان فے شدن من خبرسید بدو تتمہ شاہ حاتم کہ استاد او بود نقل کرد کہ ہم برین نمط ایشان را اتفاق افتاد خلاصہ ہمچنان دیدہ شد انتہی اوراست

گر اپنے دلمیں تو انصاف سے سوچے ہمارا تو کیونکر | گلے میں ڈال کر باہیں ہنسانا تیرا یاد آیا
قسم ہی ایک عالم کو رولا دیتا ہے ای رنگین | وہ اوسکی چھیڑ کیان کہنا کر تیرا مجبور ہو جانا
جو پوچھتا ہوں تغافل سے کیوں جلاتے ہو | تو وہ کہے ہی تجھے جان کر جلاتا ہوں
اوسے مین چھپ کے دیکہونگر بلا وہ غیر کو دیکھے | بلا لیون دیکھنا دیکہو تو دکہا جاتا ہے مجھسے

روشن روشن شاہ مولدش بریلی مسکنش میرٹھ

دیکھ کے مجھکو منہ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا | واہ رے تیری دانشمندی آپین ہی الزام کیا
آنکھوں میں ذرا ٹھیر تو تا دیکھ لیں اوسکو | اقرار یہ ٹھیرا ہے دم بازپسین سے

زای معجمہ

زار حافظ امام بخش نابینا از باشندگان تھانیسر پارسی آگاہ بود و با موسیقی آشنا اعمال کارگر میدانست

آشنا ہوتی ہے اوس سے جو دشنام تو ہم
دلمین کہتے ہین کہ دشنام ہمین کیون نہوئے

زکی شیخ مہدی علی مرادآبادی خلف شیخ کرامت علی خطاب ملک الشعرا از واجد علی شاہ داشت رسمی آگہی از علمار فرنگی محل اندوختہ از فن تاریخ خیلے آگاہ بود دیوانے دارد ه

وحشت ہے آشکار زلیخا کے حال سے
آنکھین بیان کرتی ہین افسانہ خواب کا

ترک ملاقات کی پوچھو نہ بات
ہم سے نہ ملنا اوسے منظور تہا

دہوم دیوانے اوڑاتے ہین پریزادونکی
شمع محفل کو لگا دیتے ہین پروانے پر

گا ہے نجم فراق کبھی آرزوئے وصل
کیا ہوسے دل لگی جو کبھی دل لگا رہے

سین مہملہ

سالک مرزا قربان علی بیگ خلف نواب مرزا عالم بیگ اقل روزگارے به استفاده از والا خدمت مومن خان مستفید و بیشتر زمانے باستفاضہ تربیت از غیرت عرفی و فخر طالب مرزا غالب مستفیض بوده حیدرآبادی مولد دہلوی مسکن است امروز در حیدرآباد است درین نزدیکی دو تا قصیده در پارسی زبان یکے در مدحت پدر والا گہر نامہ گردآورد و دیگر در ستایش والیان ریاست دام اقبالہما فرستاده بنده ہم مطالعہ کردم خوش سنجیده است اورا دیوانے است ہنجار سالک نام دارد ه

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا
خدا کو کر کے چلا ہون نگاہبان اپنا

تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین
گویا ہمارے واسطے کچھ بھی بنا نہ تہا

جان یون سہل سی فرہاد نے عاشق ہو کر
پہلے اقبال بھی اللہ عطا کرتا تہا

کھیل ہر بات مین ہے فتنۂ محشر ہونا
تیز چلتی ہے سخت جانون پر
ربی آشنائی نقط نام کی
نیند اوڑنے سے بڑہا لطفِ شبِ وصل عدو
میرا ہو آشیانہ اور آدہا جلا ہوا
کیا کیا سزا ملی ہے مجہے وصل کے عوض
مین نکلتا تری محفل سے اکیلا ای کاش
سالک جو کوئی عشق مین مجکو جدا کہے
مایوس و ناامید مین کیا مدعا سے ہم
کاش اے سپہر تجہسے ہی کہتے تو سہل تہین
فرطِ نشاطِ وصل سے ہو ڈر کہ مرنجائین
آخر تو لائینگے کوئی آفت فغان سے ہم
تم آگئے تو ہوش کہان میزبان ہو کون
چپ چپ پڑے ہوئے تہے ابہی خانقاہ مین
ترے کوچہ کی مجہپر راہ ہے تنگ
ہوتی ہے رحم و نزاکت مین لڑائی کیا کیا
یہہ بہی قسمت کہ ہوا نام ہمارا سالک
کہنے کا غیر کے تو کسیکو یقین نہین
طالبِ وصل پہ کہتے ہو پہ تکرار نہین
پہرتے ہین دادخواہ ترے حشر مین خراب
شکر کیجے گر افسردہ سے ہو کر کیجے

اور ابہی سیکہتے ہین آپ ستمگر ہونا
دم نہ چڑہ جائے تیغ قاتل کا
وہ نام آشنائے زبان رہگیا
ہائے پہونچا ہے کہان شورِ سلاسل
بجہہ بہی گئی تہی آگ تو بجلی کو کیا ہوا
مین نے شبِ فراق کو روزِ جزا کہا
غم یہہ ہے ساتہ مرے تیغ کا ارمان نکلا
تکتا ہون منہہ کو اور یہہ کہتا ہون ان کی سنت
کہتے ہین اور کہتے ہین کس التجا سے ہم
وہ خواہشین کہ رکہتے ہین اوس بیوفا سے ہم
ذکرِ غمِ فراق ہے چہیڑین بلا سے ہم
محبت تمام کرتے ہین آج آسمان سے ہم
آج آپ اپنے گہر مین ہین کچہہ میہمان سے ہم
کچہہ کچہہ کہلے ہین بیعتِ پیرِ مغان سے ہم
کہ آنا ہے نگاہِ پاسبان مین
سرِ بیمار جو زانو پہ وہ دہر لیتے ہین
بے نقط ہی وہ سناتے ہین اگر لیتے ہین
پر تری آنکہہ راز کی تیری امین نہین
خوش ہون دو نقیضوں مین اثبات ہے انکار نہین
تو پوچہتا نہین تو کوئی پوچہتا نہین
تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

مبتذل ہوگئے گر فتنۂ محشر بنجائے
وہ اشارہ کہ تری نرگس فتّان نہین

لاغری سے نظر آتا کہین نخچیر نہین
تیر ہنکے تو کمان دار کی تقصیر نہین

اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو
قتل کو آتے ہین اور ہاتھ مین شمشیر نہین

وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو
اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو

شکر کیجے کہ نہین تاب تکلم مجھکو
ورنہ اسطرح ہی جو چاہو کہو تم مجھکو

اوسکو دیکھو کہ وہی جیسے سو اگر دشمن
آسمان بنکے ستانا نہ کہین تم مجھکو

غصہ قاتل کا بڑہا یا ہے یہہ طعنہ دیکر
زندہ گویا کہ نہین چھوڑینگے تم مجھکو

اے خضر اتنے دن ترے کیونکر بسر ہوگئے
ہم سے تو رات کٹ نہ سکی انتظار کی

کوئی تو بات ہنسی کی نکلے
خندۂ صبح قیامت ہی سہی

جان ہی دیکے عشق مین ہوئی خیر
آگیا کچھ لیا دیا آگے

یہان بھی جو وہ ستائے کسی بیگناہ کو
اے اہل حشر تم تو نہ کہنا خدا لگی

ہونہین وہ صید کر رہا کرے صیاد مجھے
ہونہین وہ کشتہ کہ پیدا کرے جلاد مجھے

آمادۂ ستم فلک و یار کینہ جو
پیغام موت کا مجھے اب جا بجا سے ہے

سپہر شتاب خان دہلوی از تلامذہ مرزا صابر دیوانے دارد ۵

ہو غریق رحمت حق وہ عجب انسان تہا
میکدہ کی پہلے جو موجد ہوا تعمیر کا

اوسکو ظالم جو کہا مین نے تو ہنسکر بولا
تجھکو ظالم بہی میسر کوئی مجھسا نہوا

رکہا یاد تم نے مرے بھولنے کو
عجب لطف کا ہے یہہ نسیان تمہارا

ہم لطف سے تو گذرے پہ تیرا جفا شعار
یہہ بھی بڑا ستم ہے کہ ہم پر ستم نہو

لینا ہے امتحان تو اب لے کہ پھر کہین
تو آئے تیغ کھینچ کے اور مجھ مین دم نہو

کچھ آجکل مرے دلمین گذرتے ہین اے یار
کھلا نہ آنے کا یہان اونکے مدعا مجھکو

سرور رجب علی بیگ فرزند مرزا اصغر علی لکھنوی از شاگردان

نوازش حسین خان نوازش دیوانے دارد و فسانهٔ عجائب از وست ه

کسکی خوشی کہانکی ہنسی کیسا اختلاط ‌ ‌ ‌ ہمکو نہ چھیڑو تم کہ وہ اب ہم نہیں رہے

سرور اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف نواب ابو القاسم خان از تلامذہ
جان بیگ ساحی و از امرای دہلی بود دیوانے دارد و تذکرہ از وی یادگار از ریختہ گویان
پیشین و پسین دران قلمی نمودہ بپارسی ہم فکر میکرد در سنہ ۱۲۵۱ درگذشت ه

دیوانے ہم نہیں ہیں کہ فصل بہار میں ‌ ‌ ‌ کہنے سے ناصحونکے گریبان رفو کریں
خیر لایا وہ سے یان بہر تماشا دم نزع ‌ ‌ ‌ دوستون سے نہوا وہ جو ہوا دشمن سے

سکندر خلیفہ محمد علی مرثیہ گوی پنجابی از تلامذہ محمد شاکر ناجی خود را از شرب شراب
معاف نداشتے از وطن بدہلی و از دہلی بحیدرآباد رفت و از حیدرآباد بملک عدم
شتافت استخوانش بکربلا فرستادند ه

سحر گذرا چمن میں کونسا خورشید رو یارب ‌ ‌ ‌ کہ شبنم گل کے منہ پر اب تلک پانی چھڑکتی ہے

سودا مرزا رفیع انچہ حضرت شیفتہ در ترجمہ اش نگاشتہ بندہ را خیلے خوش آمد
بنابرین کلمہ چند نقل برداشتم نظر افروز ارباب مطالعہ باد و ہو ہذا بزعم فقیر غزلش بہ
از قصیدہ و قصیدہ اش بہ از غزل و اگر گوئی غزلش از اشعار رکیک مملوست
و قصیدہ از ان خالی زیادہ ازین چہ توان گفت کہ قدما را مانند فصحاے متاخرین
پیرامون خاطر و جاگزین دل نہ این بود کہ ہر شعر دلپذیر آید و ہر بیت خاطر نشین لہذا
در کلام ایشان رقص الجمل واقع شدہ چہ در قصیدہ و چہ در غزل مع انہم اولون
والموجدون والاحاطۃ بجمیع فنونہا متعذر للمتقدمین وللہ در
من قال العلم للمتاخرین پس بنابرین مقدمات برین بزرگان دار و گیر زنہار
سزاوار نیست و طعن و تعرض لایق نہ معہذا در اشعار منتخب ایشان باید نگریست کہ درجہ
رتبت عالی و مکانت فخیم جلوہ ظہور گرفتہ و یدل علی ذلک ما قال شرف الافاضل

فخر الاماثل قدوة المحققین مولانا صدر الدین المتخلص بہ آزردہ در تذکرہ خود کہ بایجاز و اختصار تمام در حال ارباب نظم ریختہ نوشتہ است تحت ترجمہ میر تقی المتخلص بہ میر در شرح کلام وے حیث قال پستش اگرچہ اندک پست است اما بلندش بسیار بلند مرزا از اقسام شاعری در مثنوی فکر معقول نیافتہ اما ہجو رکیک بسیار گفتہ و بآن شیوہ داشتہ و مضامین دلاویزی یافتہ کلیاتم از دست آوردہ اند کہ سودا روزی بہ آستانہ شیخ علی حزین رسید دستوری خواندن شعر یافت و برخواند ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

شیخ فرمود تڑپے ہے چہ معنی دارد گفت اے می تپد شیخ بہ تکریم پرداخت و بملک الشعرا خطاب فرمود ؎

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

کونین تک ملی تھی جس دل کی مجھکو قیمت
قسمت کہ اک نگہ پہ جا اوسکو ڈال آیا

زبان ہے شکر مین قاصر شکستہ بالی کی
کہ جسنے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا
دی تھی خدا نے آنکھ سو ناسور ہو گیا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دہو ہو سو ہو

یہہ تو نہین کہتا ہون کہ سچ مچ کرو انصاف
جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا ہی رہون مین

جی تمکو تو دیکھے لون کہ جو ہو کارگر کہین
اے آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین
یہہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

بوسہ ہنسکر ندیا اوسنے سوائے دشنام
سو بھی یہہ جب نہ ملا کوئی تو مجبوری مین

کیفیت چشم اوسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اوڑ گئی تیرے فسانہ مین

پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے ولے
دہڑکے ہی دل کہ یہہ نہ کہے رات ہو گئی

مت پوچھہ یہہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھہ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

سودا جہان مین آکے کوئی کچھہ نہ لے گیا
جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لئے

عجب بیداد حسرت پہ مری صیاد کرتا ہے
دکھاتا ہے مجھے اوسکو جسے آزاد کرتا ہے

قاصد کو اپنے ظالم دو کچھہ مین دو دن سمجھا
جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہہ خونبہا ہے

ہے قسم تجھکو فلک دے تو جہانتک جا ہے
جلوہ حسن اوسے حسرت دیدار مجھے

تصور مین ترے کچھہ صبا اوس لاابالی سے
گلے لگ لگ مین رویا رات تصویر نہالی سے

گل پھینکے ہے غیرونکی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھہ تو ادہر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہے سحر ہونیکو ظالم کہین مر بھی

سودا کے جو بالین پہ اوٹھا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھہ لگی ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھہ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ ذیحیات کو کوئی خفا کرے

سب سے کہے سوتا ہون یہہ کہدین کہ پھر اتنا
بالین پہ مرے شور قیامت اگر آئے

بیخوابی سے مرتا ہی شب ہجر مین سودا
اب کہنے کو افسانہ کوئی نوحہ گر آئے

دشنام تو دینے کی قسم کھائی ہے لیکن
جب دیکھے ہے وہ مجھکو تو اک جنبش لب ہے

مے پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد توم نے کی پر مری میخواری سے

اے دل یہہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک
لخت جگر کی نعش کو آگے دہرے ہوئے

انصاف کسکو سونپئے اپنا بجز خدا
منصف جو بولتے ہین سو تجھسے ڈرے ہوئے

سودا کو جرم عشق سے کرتے ہین آج قتل
پہچانتا ہے تو یہہ گنہگار کون ہے

خواہ کعبہ مین تجھے خواہ مین بتخانہ مین
اتنا سمجھون ہون مگر یار کہین دیکھا ہے

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے — یہہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

سوز محمد میر ولد میر ضیاء الدین نسبش تا حضرت قطب عالم گجراتی میرسد بخاری موطن دہلوی مولد بود خط شفیعہ و نستعلیق خوش می نگاشت و در فن تیراندازی نیک می شناخت اشعار بطرز مطبوع میخواند در عہد آصف الدولہ بہ لکھنو رفتہ در اوائل میر تخلص میکرد ہرگاہ میر تقی در لکھنو آمد سوز تخلص خویش قرار داد ہشتاد سالہ در ۱۲۱۳ از جہان رفت ه

کعبہ ہی کا اب قصد یہہ گمراہ کرے گا — جو تم سے بتو ہوگا وہ اللہ کرے گا

ہم اوس سے ہنستے بگڑ گئی تو خفا ہو مجھکو رولا دیا
ولے میں بھی کیا ہوں کہ رونے میں یہہ بنایا منہہ کہ ہنسا دیا

کھینچ کر تیر مار بیٹھے بس — سوز ہے یا شکار ہے کیا ہے

لوگ کہتے ہیں تجھے یہ شخص ہے عاشق کہیں — عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

مر جانیکا قاتل نے ذرا ڈھب نکالا ہے — سہو ہے یہ جیتا ہی کرلے اسکو مار ڈالا ہے

سوز مولوی عبد الکریم خلف حضرت صہبائی تازی آشنا پارسی آگاہ دیوانے گذاشتہ ه

فکر میں تھے انتہائے عشق کی مدت سے ہم — بارے یہہ عقدہ ہمیں آکر ترے خنجر نے کھلا

صبا رقیب سے رکھتی نہی راہ کچھ ورنہ — ستم یہہ کیون مرے مشت غبار پر ہوتا

میں بڑا بول جو بولا تھا شب وصلت میں — سو وہ آگے مرے ہنگام سحر آ ہی گیا

ابھی دلمیں ابھی آنکھوں میں ابھی دامن پر — اشک میں بھی تری شوخی کا اثر آ ہی گیا

اب کوئی سوز سے نبھنے کی نکالو صورت — خیر تقصیر ہوئی ابتو ادہر آ ہی گیا

سوز گو بیگانہ ہے پر بزم میں رہنے تو دے — رفتہ رفتہ یہہ بھی ظالم آشنا ہوجائیگا

پاس آنے میں نہ کشتوں کے لگے دیر کہیں — لے لیا موت نے گھر ہی تری دیوار کے پاس

بوسہ پہ اوس ہین کہے کہ جسکا نہین سراغ — ہلتی تری زبان ہے بیداد گر نہین
جان سینہ مین نظر آنکھو مین دم ہو نہو نہ — اکث آنے ستے ترے کام ہین انکے لا کہون
آج یان رسوا ہوا کل وان خرابی مین پڑا — یون ہی گہٹ گہٹ کر مری تو قیر آدہی گئی

سید میر غالب علیخان المخاطب بسید الشعرا سر گروہ انشا پردازان دفتر شاہی بود نوشتہ اند تاریخ ایرمانسرا ئے کہ اکرام نام یکے از نقیبان حضور والا بیرون دروازہ لاہوری ساختہ بود والحال از نشانے نماندہ بسیار بلطافت و پاکیزگی گفتہ **للہ درہ ؎** امشب کرمے کن بسرائے اکرام ❊ و نیز تاریخ وفاتش کہ پایان مزار امیر خسرو دہلوی دفنش کردہ اند و بر سنگ مزار وے کندہ این ست **؎** اکرام بیاسود بپائے خسرو انتہی او راست

؎ سبب کیا پوچھتے ہو مجھسے میرے زار رونے کا
کسی کو کچھ مرض ہے مجھکو ہے آزار رونے کا

نے غازہ نہ گلگونہ نہ ہی رنگ حنا لو — اے خون شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا
یہہ دہڑک دل کی جو ہے عشق مین کچھ اور ہی ہے — وہ مرض اور ہے جسکو خفقان کہتی ہین
مین اور ترک عشق یہہ امکان ہی نہین — ناصح کی پند سنتے کو یان کان ہی نہین
یار و مرے بالین سے نہ اوٹھو نہ جدا ہو — حالت مری اچھی نہین کیا جانیے کیا ہو

شین معجمہ

شادان مرزا حسین علی دہلوی خلف مرزا زین العابدین عارف از تلامذہ مرزا غالب **؎**

آئینہ دیکھکے کہتے ہین یہہ منہہ پہیر کے وہ — کوئی کہینچے لئے جاتا ہے ادہر دل میرا

غیر و نیہ مین وہ لطف کہ بڑھتی ہین ہمیشہ — ہمپر یہہ ستم ہے کہ سوا ہو نہین سکتا
مژدہ اے یاس کہ پھر آئی مصیبت دلپر — حسرت ایدل کہ او نہین وعدہ نبھا دیا
وہ یہہ کہتے ہین جو کرتے ہو دعا بھی کرلو — ہم مزا تمکو دکھا دینگے اثر ہونے تک
پوچھتے ہین کہ تمنا تو بتاؤ کیا ہے — جانتے ہین کہ نہین تاب تکلم مجھکو
پھرتی ہے کوئی چیز آنکھون مین — یہہ مرے بخت کا تو خواب نہین
ہماری ناتوانی دیکھنے کو — وہ آکر پوچھتے ہین تم کہان ہو

شایق خواجہ فیض الدین عرف خواجہ حیدر خان پور خواجہ خلیل اللہ
از سکناے ڈہاکہ از شاگردان مرزا غالب بیارسی ہم سخن میگفت دیوانے
مختصر دارد ه

اوسی نے کیا مجھکو رسواے عالم — کہ جسنے تجھے عالم آرا بنایا

شہر مرزا غیاث الدین دہلوی خلف مرزا قمر الدین شہید التخلص
نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ و از تلامذہ ذوق دہلوی ست ه

شہر خدا سے ذرہ کل تھے سجدۂ بت مین — اور آج تمکو یہ دعوی ہی پارسائی کا
لاکھ پردہ مین وہ پوشیدہ رہا پر ہمنے — دیکھا جب دل کی نگاہون سے نظر آہی گیا

شرف میر امام علی ابن میر قادر علی فرخ آبادی ه

منہہ سے بوسہ تو نہ مانگینگے جبین یا سر جائین — جان جاے تو نہین غم ہی مگر آن رہے
وصل مین ہوکے ہم آغوش وہ بولے یہہ تمہین — اب تو فرمایئے کچھہ اور بھی ارمان رہے

شمشیر مرزا روشن الدولہ خلف مرزا آغا جان متخلص فرزند مرزا
سلیمان شکوہ نسبت تلمذ با مرزا رحیم الدین حیا داشت در داستان
طرازی کمالے بہم رسانیدہ بود ه

کام تو کچھہ بھی نہین ہے حشر مین اپنا مگر — آن نکلینگے تری خاطر اگر آنا ہوا

ناتوانی کا جبرا ہو کہ اوٹھانے نہ دیا ۔۔۔ ایسا کیا بوجہ بہت طوق گلوگیر مین تہا

شعلہ علی رضاخان ولد نواب ذوالفقارخان بزرگان وے در سرکار حیدرآباد باخطاب نوابی بر مناصب جلیلہ ممتاز بودند امروز وے نیز بر بقیۂ آن تیول کہ پدر بزرگوار او را بود در اضلاع جھنڈ واڑہ بفراغت تمام و قناعت مالاکلام بسر می برد مردے سنجیدہ و خوش صحبت است فکرے بلند و ذہنے ارجمند دارد در فن شعر اوستاد معین ندارد ہمان طبعش اوستاد ہست و فکرش رہنماست چون خال حضرت شہیر است مدتے ہم مشق و ہم مشورہ ایشان بودہ دیوانے فراہم آوردہ است ؎

مانند آسمان ہے سدا سے خمیدگی ۔۔۔ پیری سے پیشتر بہی کبہی مین جوان تہا

کیون کاٹون اپنا آپ گلا مین نصیب غیر ۔۔۔ دنیا مین کیا کوئی مرا قاتل نہین رہا

وحشت کے امتحان کا افسوس رہگیا ۔۔۔ جب قیس تہا تو شعلۂ شوریدہ سر نہ تہا

بیمار کسکو آنکھے دیکھین گے وہ خدا ۔۔۔ اچھا تو اونکا سنتے ہی بیمار ہوگیا

برپا کسی سے حشر بہی کوئی نہ ہوسکا ۔۔۔ دنیا مین ہم سے پہلے کوئی نوحہ گر نہ تہا

اے شعلہ ہمکو عرض جنون ہی تہا پسند ۔۔۔ جنگل وگرنہ قیس کے باباکا گہر نہ تہا

دلمین کی جسنے جگہ مجھسے وہ ٹیڑہا ہی رہا ۔۔۔ گر رہا تیر بہی سینہ مین تو ٹیڑہا ہوکر

اس بحث ناصحا مین کیونکر نہ جائے جان ۔۔۔ مین دل کو آزماؤن مجھے آزمائے دل

عدو کو گالیان دیتے ہین وہ لیکن بصد لطف ۔۔۔ ہم اونکے منہ کو تاکتے ہی دین دشنام کی ۔۔۔

زحمت سعی سی بچئے کو یہ اچھا ہے خیال ۔۔۔ لینے تہا ہمکو جو وہ ہم خط تقدیر سو ہے

کیا جلد بر آتی ہے کماندار تمنا ۔۔۔ کچھ دلمین گذرتی ہی ترے تیر سے پہلے

شب بہر اس وہم نے بٹھسار کہا ۔۔۔ میرے زانو پہ کوئی سوتا ہے

شکیبا غلام حسین دہلوی از تلامذۂ میر تقی و شعرائے پایۂ تخت

اکبر شاه بود ۵

نیم بسمل اوسنے گر چھوڑا انکیتا غم نہین ۔ پر یہ غم ہے اعتبار دست قاتل اوٹھ گیا

شمس میر آغا علی لکھنوی از شاگردان قاضی محمد صادق خان اختر است ۵

بناوٹ کی نہین ناز کمر اجی ان حسینونمین ۔ خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

شمیم میر قدرت علی ابن میر انتظام علی سہسوانی مشق سخن از منشی [illegible] نموده گاہے گاہے با نامہ نگار برمیخورد و صلاح از ناصیہ اش می تراود ۵

اے جنون تو مجھے لیجائیگا اب اور کدہر ۔ شہر اونکا نظر آتا ہے بیابان اونکا
تھی یہ قسمت کی برائی کہ تجھے او ظالم ۔ سارے عالم کے حسینونسے مین اچھا سمجھا
نامرادی نہ چھپی پردۂ تصویر مین بھی ۔ جسنے دیکھا مجھے محروم تمنا سمجھا

شورش غلام احمد نام فرزند محمد اکبر قبالہ نویس از شاگردان مومن خان ۵

نامہ جو بنالائے بھی قاصد تو صنم کا ۔ ایمان نہ کھونا کسی مایوس کرم کا
چشم عاشق سے جو دریا کو کوئی دی تشبیہ ۔ بس وہین رونیکا ہوجاتے بہانا مجھکو

شہرت مرزا حاجی نبیرهٔ شاه عالم بادشاه از عبد الرحمن خان احسان کسب این فن نموده پس نسبت تلمذ بمیر ممنون درست کرد سپس از حضرت آزرده باستفاضه پرداخت ۵

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے یہ میخانے مین ۔ نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا
غبار اوٹھا نہ ترے دلسے ورنہ ای ظالم ۔ ہماری جان کو اک یہ بھی آسمان ہوتا
ہائے جی بھر کے وہ دیدار میسر نہوا ۔ حشر کا دن شب غم کے بھی برابر نہوا
یون بیٹھتے ہو جیسے کسیکو کسی سے کچھ ۔ مطلب نہین مراد نہین مدعا نہین

بیت — تو خبر نہین ہی کہ کیا حال ہی پر آج | شہرت کا بار بار ہے آتا جگر بہ ہاتھ

شہیدی منشی کرامت علی خان ولد عبد الرسول خان از باشندگان لکھنؤ واز شاگردان مصحفی و نصیر دہلوی بود از عروض و حساب بہرہ وافر داشت بیشتر در پنجاب و گجرات بسر بردہ بہ دہلی نیز رفتہ و بہ بھوپال ہم آمدہ در سنہ ۱۲۵۵ھ بہ حجاز رخت کشید بعد اداے حج بہنجار مدینہ پیش گرفت در اثناے راہ بیمار گشت ہمانا چارم صفر سنہ ۱۲۵۶ھ بود کہ بر روضہ مبارک نظر انداخت بہ علوی عالم شتافت دیوانے دارد بندہ دیدہ ام ص

قدر سب جانتے والونکی ترے دیکھ چکے
خوار رہتا ہے ترا ناتو پشیمان نیا

تمام ہین اونکے تو الطاف شہیدی سب بجا
تجھسے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

نئی باتین ہی کہاتین ہی چاہت نیا پیار
کیا قیامت ہے نئے شخص پہ آنا دل کا

شرم آتی ہی دگرنہ ان بتونکی ضد سے مین
جیتے جی اللہ سے اک حور جنت مانگتا

دوست نے خاطر دشمن سے کیا مجھکو ہلاک
موت یہہ ہے کہ وہ کم حوصلہ نازان ہوگا

اے روز قیامت ادب اسکا ہی تجھے فرض
ہے تجھسے بڑی میری شب تار کبی دن

نزع کے وقت شہید سے جو حسرت پوچھی
کیا ہی حسرت سے کہا کچھ بھی مجھے مرغوب نہین

قیامت تک نہ بھولونگا یہ احسان تیغ جانکا
مرے زانو بہ زانو بے تکلف رات دہر بیٹھے

ناکامی جاوید کی ہم مانتے منت
افسوس شہیدی تری تربت نہین ملتی

وہ وقت تو آنے دے بتا دینگے شہیدی
بن آئے کسی شخص پہ مرجاتے ہین کیسے

شہیر حافظ خان محمد خان خلف مولوی غلام محمد خان فرزند غلام حسین خان رامپوری موطن پدر بزرگوارش بعہدہ ہاے جلیلہ ممتاز بود و خودش نیز از مدتے درین دیار باعزاز تمام بسر می برد و از سرکار فیض آثار خطاب فخر الشعرا دارد و بخدمت میرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب مدتے مشق سخن بجا آوردہ در

پارسی اوستاد قیامت کاراست توجہ او بریختہ معطوف نیست بلکہ ازان روز کہ پاے اقامت بہ بھوپال افشردہ است گاہے اتفاق ریختہ سرائی نیفتاد ازینجا کہ بریک دو بیت اقتصار رفتہ است و درین نامہ ثبت گشتہ و درین بیتہا نیز کہ از افکار دیرینۂ اوست در اثنار کلام بسمع مہر سطور رسیدہ است دانی کہ برین قدر در وصف وے اکتفا کردیم چرا کردیم دو سبب دارد یکے آنکہ شیوۂ ما اختصار است خیر الکلام ما قل و دل دیگر آنکہ وے اوستاد منست روش سخنوری ازو آموختہ ام و آنچہ یافتہ ام از فیض او یافتہ ام اگر در ستایش گفتارش آنچہ واقعی ست تحریر کنم از ارباب مطالعہ کمتر بودہ باشند کہ گمان مبالغہ نبرند کہ سخن شناس و ادا فہم کمیاب است معہذا مجموعۂ غزلیات وقصائد وے کہ در پارسی زبانست ببین کہ گواہ حسن طبیعت اوست ہ

پوچھو نہ اہل عشق کو کیا ہین کہانی ہین
اچھے ہین جسطرح کے ہین جو ہین جہان ہین

کوئی ہو اونکی وحشت دل کا علاج ہو
اک ہم اگر نہین نہ سہی مدعی سہی

مین نامدار ہجر و عدو کامگار وصل
وہ کام کر گیا ہے تو مین نام کر گیا

بزم جانان مین جو جاتا ہون تو فرماتے ہین
ایک یہہ بھی مرے ایام کی شامت آئے

نخچیر تو نابدست سے ہم کامیاب
یار بھی قسمت سے اچھے پڑ رہے

شیدا میر جعفر جان در ایام شباب ازین خاکدان رحلت کرد از تلامذۂ مومن خان بود با حضرت شیفتہ فرد مودت میباخت ہ

ناشکر ہم نہین ہین ادہر کو نگاہ ہے
پردہ نگاہ جس سے عنایت عیان نہین

دریا بہین کہین مژگان ہی تر نہو
مرجائے کوئی اور کسیکو خبر نہو

وہ دشمنی مین کیونکر ہون یہہ بات بھی نہین
کہتے ہین زہر دیکے الہی اثر نہو

شیفتہ نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب

مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ ترجمہ حافظ اش از تذکرہ **شمع انجمن و صبح گلشن**
در یاب آنچہ مناسب اینجاست پیشکش نظر ارباب مذاق است حضرت شیفتہ از
آوان صبا بمشق سخن مصروف بود و عمرے درین شغل بسر برد و در مراتب نظم و نثر
ادائے خاص دارد و بہر دو زبان ریختہ و پارسی سحرے کہ می طرازد از سن پرس
کہ مدتے بروش او حرف گزاردہ ام و فیضی کہ صفت او معنوی افتد یافتہ ام
سبحان اللہ سخن از کجا بہ کجا کشید قصہ مختصر کنم وے در ریختہ شیفتہ تخلص
میکند و در پارسی حسرتی و از تلامذہ حکیم مومن خان کسے بجاہ او برنخاستہ میرزا
نوشہ و حضرت آزردہ را باوے مودتے کہ درمیان بود نتوان گفت و در العہد
کہ پدر بزرگوارم بدہلی رفتند و از حضرت آزردہ اکتساب علم میکردند با جناب شیفتہ
ربطے خاص داشتند توفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی سنۃ ستۃ وثمانین
ومائتین والف الہجریۃ درین نزدیکی مہرور زلطف گستر نواب مرزا خان داغ
بطلب نامہ نگار دیوان ریختہ حضرت شیفتہ روان داشتہ و ممنون لطف ساختہ
از جاے چند انتخاب کردہ آمد ہ

اے مرگ آکہ میری بھی رہجاے آبرو
رکہا ہے اوسنے سوگ عدو کی وفات کا

ندیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی ہی تو جی بھر آیا

میری ناکامی سے فلک کو حصول
کام ہے یہہ اوسی ستمگر کا

گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے
دیکھا اثر یہہ نالۂ بے اختیار کا

خوبیٔ بخت کہ پیمان عدو
اوسکو ہنگام قسم یاد آیا

کسلیئے لطف کی باتین ہین پھر
کیا کوئی اور ستم یاد آیا

ہائے اوس برق جہان سوز پہ آنا دلکا
سمجھے جو گرمیٔ ہنگامہ جلانا دلکا

ہے ترا سلسلۂ زلف بھی کتنا دل بند
پھنسنے سے پہلے ہی مشکل تہا چھٹنا دلکا

کہتا تھا وقت نزع کے ہر اک سے شیفتہ
دینا کسیکو دل تو وفادار دیکھکر

کہتے ہین بیوفا مجھے مین نے جو یہہ کہا
مرتے رہینگے تم ہی پہ جیتے ہین جب تلک

ایسے کریم ہم ہین کہ دیتے ہین بے طلب
پہنچا دو یہہ پیام اجل جان طلب تلک

یان عجز بے ریا ہی نہ وان ناز دلفریب
شکر بجا رہا گلہ بے سبب تلک

ہین جان بلب کسی کی اشارت کی دیر ہی
دیکھے ہے اوس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم

اے جوش رشک قرب عدو اب تو مت اوٹھا
بیٹھے ہین دیکھہ بزم مین کس التجا سے ہم

طوفان نوح لانے سے اے چشم فایدہ
دو اشک بہی بہت ہین اگر کچہہ اثر کرین

کچھہ اور بیدلی کے سوا آرزو نہین
اے دل یہہ یاد رکھیو کہ ہم ہین تو تو نہین

سحر اونکو ارادہ ہے سفر کا
قیامت آنے مین شب درمیان ہے

جس لب کے بوسے غیر لے اوس لب سے شیفتہ
کمبخت گالیان بھی نہین تیرے واسطے

بزم دنیا مین ہی دو شخص کو کب عیش نصیب
سو تجہی کو رہے مجھکو تو یہہ غم ہی بس ہے

اے عدو کسلیے نازان ہی سمجھ تو آخر
جس سے ہم خوار ہوئے ہین یہہ وہی [illegible]

اے جان لب پر آکے ٹھہرنے سے فایدہ
رہنا ہوا تو رہ گئے چلنا ہوا سے چلے

صاد مہملہ

صابر مرزا قادر بخش خلف مرزا اکرم بخت بہادر نبیرۂ شاہ جہاندار شاہ بادشاہ دہلی میر سید از تلامذہ عبد الرحمن خان احسان و مولوی صہبائی علیہ الرحمہ بود تذکرۂ گلستان سخن بنام او غازۂ شہرت دارد از گلستان سخن انتخاب اشعار کردہ آمد و درین نامہ نگارش یافت **ہ**

محفل مہ [illegible] تو اوس لب میگوں کے ساقی
نام شراب لے کے گنہگار ہو گیا

ہے نگاہ آشنا کو ہر جگہہ جلوے سے ربط	دیر بھی کعبہ تھا جب مین ناصیہ فرسا ہوا
ہماری خاک مین اتنی کہان رسائی ہے	نہ جانین دلمین ترے کسطرح غبار آیا
وہ ہی بت قاتل ہے جسکو عمر بھر پوجا کئے	ڈر ہے منہہ کیا لیکے جاؤن داور محشر کے پاس
مرتا ہون قبر مین بھی ہی خوف سی کہ ہائے	پوشیدہ زیر خاک کہین آسمان نہو
مجھہ سے ہی چاہتا ہے وہ ہر ہر ستم کی داد	سمجھا ہے اپنے ظلم کا اک قدر دان مجھے
ظالم جفا کشی کی ہوس تو نکال لون	سمجھا ستم شعار ملیگا کہان مجھے
مرگ شب وصال کی خوبی ہے ورنہ غیر	رکھتا نہ گھر مین تا بہ سحر میہمان مجھے

صادق میر جعفر علی خان دہلوی از تالیفات اوست بہارستان جعفری ہ

شرم سے نام وہ نہین لیتا	پھر ہمارا خطاب ہے کوئی

صبا میر وزیر علی ولد میر بندہ علی لکھنوی از تلامذہ خواجہ آتش بود دیوانے دارد در سنہ ۷۲ درگذشت در سخن سنجان لکھنو غنیمت است ہ

کیا بنایا ہے بتون نے مجھکو	نام رکھا ہے مسلمان میرا
کوچہ عشق کی راہین کوئی ہمسے پوچھے	خضر کیا جانین غریب اگلے زمانے والے

صبا منولال لکھنوی از شاگردان مصحفی ہ

چرخ کوکب یہ سلیقہ تھا ستمگاری مین	کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری مین

صبا منشی محمد صابر حسین فرزند منشی احتشام الدین محمد سہسوانی از چندماہ پائے اقامت در بھوپال افشردہ در پارسی از مولوی نجف علی خان صاحب فرہنگ دساتیر نسبت تلمذ دارد و در ریختہ زانوے تلمذ بپیش مولوی محمد ایوب خان گلشن تخلص رامپوری تہ کردہ و چندے بخدمت برادر بزرگوار خود منشی محمد انوار حسین تسلیم مشق سخن نمودہ سپس بزور طبیعت خدا داد ترقی فن کردہ در معاصران خویش

ممتاز آمد در تاریخگوئی محسود روزگار است ہر چند در رامپور از کاملان این فن
موجود بودند لیکن میگویند کہ بمقابلہ تاریخگوئی و صنعت نگاری وے انگشت
حیرت بدندان و از مقابلہ پشیمان امروز آنچہ در رنگ اوست غزلے چند است
کہ در مشاعرۂ تکلیفش دادہ اند و پیوند محبت او با نامہ نگار خیلے استحکام دارد
از مغتنمات دوران است از تالیفات اوست مثنوی شوکت خسروی بیرد از
سکندر نامہ در ستایش والی رامپور و لسان العجم در فن لغت و سراپائے سخن
در مصطلحات

ے

جگر کو دلکو دونون کو برابر تو اس کہا ہی
کوئی ارمان نہ باقی دل پر غم مین رہے
نہ رہے عاشق غم دوست الٰہی دل شاد
درد ہو جائے محبت تری آنسو ہو جائے
بھلا ہو خیر کی ہمت رہی میخانے والے مین
ہر اک جا پر نیا ہی نام اونکے خال مشکین کا
اغیار سے خالی ہو شب وصل کی خلوت
چٹکی کوئی خاک قدم یار کی دیدو
ملجائے فقیر و نسے بہی آنکہہ اشہ خونی
ناتوانی مین لاغری مین مرے
مردہ دل ہون شکستہ خاطر ہون
چھوڑ کر وعظ میکدے کو چلو
کون ہے کسکو کوستے ہو آج
کیسا خط کا جواب خیر ہوئی

اوسے غم دوست ٹھیراؤن تو یہ درد آشنا ہم
تم ذرا پاس سے کہدو مرے ماتم مین ہے
عیش کا ننھا سا کہٹکتا دل پر غم مین ہے
گھر کرے دلمین مرے دیدۂ پر نم مین رہے
فقیر مست کو ملجائے چلو بھر پیالے مین
سویدا دلمین پتلی آنکھہ مین ہی داغ لالے مین
اندیشہ نہ دلمین ہو نہ آنکھونمین حیا ہو
جلتا ہوا نسخہ ہو تو عاشق کی دوا ہو
ہو خیر تری شرم کی چتون کا بھلا ہو
کچھ بچتے ہین تری نزاکت سے
ہین نشان مجھمین ٹوٹی تربت کے
یہ بھی سن لینگے وقت رخصت کے
مر چکے ہین صبا تو مدت کے
بچ گیا ناک کان سے قاصد

ہوئے ہین کشتہ حسرت کے دشمن دوستدارونمین
قضا ہی نوحہ خوانونمین اجل ہی سوگوارونمین

تمکو آئینہ سے فرصت ہی نہین
کونسا وقت ہے تنہائی کا

دل جو قابو سے چلا نالۂ دل کہہ اوٹھے
ٹھیرئیے ہم بھی تو اسے بندہ نواز آتے ہین

اپنی اپنی ہے ادا ڈہنگ سے اپنا اپنا
ہم وفا سے وہ جفا سے کہین باز آتے ہین

ہائے وہ اوسکا شب وصل بگڑ کر کہنا
پیش مہمان سے یون ہی بندہ نواز آتے ہین

شکل درد اوٹھتے ہین گر پڑتے ہین آنسو ہوکر
تیرے کوچہ مین جو ارباب نیاز آتے ہین

کھینچتے ہی اون کی ابرو کی شبیہہ
کھچ گئی ہے مانی و بہزاد مین

ہم نہ دیدے کیا کہین لطف چمن
آنکھ کہولی خانۂ صیاد مین

کسکے آنے سے یہہ شادی مرگ ہے
لگ گیا شیون مبارکباد مین

تم نہ آئے تو بھی اک جلسہ رہا
کٹ گئی شب نالہ و فریاد مین

کہتے ہین ضد سے کرینگے اور ظلم
دیکھین کیا کیا ہین اثر فریاد مین

دل بہی اب پہلو تہی کرنے لگا
ہوگیا تسا تمہاری یاد مین

داد خواہی کون محشر مین کرے
ہے مزہ سبکو تری بیداد مین

صفا مرزا سعید الدین کہین برادر مرزا رحیم الدین حیا وہم شاگرد آتش ہے

پوچھتے ہین کہ کہان بیٹھے ہو اور جاتی ہین
کہ بجز دشت ٹھکانا نہین دیوانون کا

گھر مین بیٹھے ہین اور اتنا نہین کہتی منہ سے
کون ٹکرائے ہے دیوار سے سر دیکھو تو

صفا پیرن شاہ فرزند رتن شاہ دہلوی ہے تلمیذ ذوق دہلوی ہے

مین نے بوسہ طلب کیا تو کہا
یہہ خرابی ہے منہ لگانے مین

صفدر صفدر بیگ خلف حیدر بیگ از سکنائے کرنال ہے

بوسہ مانگا تو وہ کہنے لگے صفدر افسوس
اب تلک تم مری عادت سے خبردار نہین

صفدری میر صادق علی کہین برادر میر نظام الدین ممنون کا فرسے بیگانا ہش

از ہم گذرانید ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد ؎

نہیں معلوم دلمیں صفدری کے درد کیسا ہے	کہ ہر دم ہاتھ سینہ پر وہ بیتابانہ رکھتے ہیں
صفدری قد کو کہیں اوسکے کہا تہا گل سرو	سیدہی اوس شوخ نے کیا کیا نہ سنائی مجھکو

صفیر میان جان دہلوی از تلامذہ مومن خان ؎

کہتے ہو جان جائے تری اور تمہیں ہو جان	ہے ہے خدانخواستہ یہہ تمنے کیا کہا
ہوا ہو سہو تو پھر خوب یاد کر لیجے	کہ رہ نجائے کوئی جور امتحان کے لیے

ضاد معجمہ

ضابط مہر علی موطنش دہلی ست ؎

حشر میں خاک سے سب لوگ تو نکلے لیکن	قبر عاشق سے جو دیکہا تو دہوان سا نکلا
نام کی تو شرم کر ضابط خدا کیواسطے	یہہ ترا گریہ تجہے آخر بہا لیجائے گا

ضاحک میر غلام حسین پسر میر عزیز اللہ دہلوی ؎

کیا دیجیے اصلاح خدائی کو و لیکن	کافی تہا ترا حسن اگر ماہ نہ ہوتا

ضیا میر ضیاء الدین دہلوی در عظیم آباد پاے اقامت افشردہ در سنہ ۱۱۹۴ھ یا سنہ ۱۱۹۶ آنجہانی شد از شعرائے نامی ست ؎

نے دل جلا ہوں آہ نہ میں سینہ تفتہ ہوں	میں داغ یاس و حسرت یلوان رفتہ ہوں

طاء مہملہ

طالب مرزا سعید الدین خان دہلوی برادر خورد نواب شہاب الدین خان

ثاقب از تلامذهٔ میرزا غالب است گویند امروز مشورهٔ سخن با مولوی الطاف حسین حالی میکند ه

وه جب کرتے ہین حالت عدو رہتا ہی پیا جھگڑا	ہمیشہ آس مین یا در یاس مین اور شوق ہر زمان
در سے اوسکے اوٹھے اوٹھائے ہوتے	ناتوانی ذرا سنبھال ہمین

طرب مولوی رحیم بخش نواسہ شیخ نور محمد قادری تھانیسری رح استفاضۂ علمی از مولوی صہبائی نموده و اصلاح شعر از مولوی عبدالکریم سوز گرفتہ ه

بہت ہی ملتی ہی اسکی طرب سے کچھ صورت	موا پڑا ہے ترے در پہ اک جوان کیسا
اور ملتا ہی نہین مجھکو ٹھکانا کوئی	پھر پھر اکر ترے دروازہ پہ آجاتا ہون
کیون کیا ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ	یون ہی کہدو کہ ترے ملنے سے ہی عار مجھے

طرز احمد حسین دہلوی از شاگردان مرزا قیصر ه

پڑی ہین حسرتین خون گشتہ لاکھون	مرے مدفن سے اوسکی رہگذر تک
اتنا تو صبر دے ہمین یارب کہ ہجر وصل	جلدی کرین نہ اوس بت دیر آشنا سے ہم
ابکے ملجائے وہ تو کام نہین	اگلی پچھلی حکایتون سے ہمین

ظای معجمه

ظفر ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی احوال و اوصافش از بیان مستغنی ست در اکثر خطوط دستی توانا داشت سخن بر شاہ نصیر دہلوی میگذرانید سپس نسبت تلمذ بخاقانی ہند ذوق درست کرد بعد وفات ذوق خدمت اوستادی بہ میرزا غالب متعلق گشت وے را چہار دیوانست فرصت کجا کہ بانتخاب آنہا پردازیم این بیتے چند ست کہ از تذکرہ چند برداشتیم خدایش بیامرزاد خیلے خوش گفتہ ه